مولانا سید عنایت اللہ ندوی

شام کی تازہ صورتحال

عرب بہاریہ کا پانچواں پڑاؤ شام ہے جہاں لیبیا پر ناٹو کے فضائی حملوں کے شروع ہونے کے دوسرے دن ۲۱/ مارچ ۲۰۱۱ء سے حکومت مخالف مظاہرے شروع ہوئے۔ مظاہرے شروع ہوتے ہی پرامن مظاہرین پر بشار الاسد کی فوج نے فائرنگ شروع کردی، اور پہلے ہی دن سے ہلاکتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، صرف دس دن کے اندر ۳۱/ مارچ تک ۷۵ مظاہرین، فوج کی گولیوں سے شہید ہوگئے۔ بشار نے چاہا تھا کہ شروع ہی میں تشدد کے ذریعہ مظاہروں کو روک دیا جائے گا لیکن مظاہروں کا سلسلہ تھمنے کے بجائے مزید بڑھتا اور پھیلتا گیا، پورے ملک کے گوشہ گوشہ میں حکومت کے خلاف مظاہرے ہونے لگے، ایک مہینے تک تو صرف مظاہرین حکومتی افواج کی گولیوں کا شکار ہوکر مرتے ہی رہے، اس کے بعد مظاہرین اور مسلح افواج کے درمیان تصادم اور جھڑپوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ۲۴ اپریل تک مظاہروں کے دوران مرنے والوں کی تعداد ۳۰۰ تک پہنچ گئی۔ ۲۵ اپریل کو شام کے جنوبی شہر حورعا میں مخالفین کو کچلنے کے لئے بشار نے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کے ساتھ سینکڑوں فوجی دستوں کو داخل کردیا، ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کی گولہ باریوں سے ہلاکتوں میں بے تحاشا اضافہ ہوگیا۔ ۱۰ مئی کو شام کے تمام شہروں میں مظاہروں کو روکنے کیلئے بشار نے ٹینک تعینات کردیئے اور ۸۰ ہزار سے زائد مظاہرین کو گرفتار کرکے لاپتہ کردیا جب کہ فوجیوں کی گولہ باری سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد صرف دو مہینوں کے دوران ۱۰۰۰ ہزار تک پہنچ گئی۔

۷/ جون کو پہلی مرتبہ انقلابیوں نے جسرالشعور نامی شہر پر اپنا کنٹرول قائم کرکے ایک بڑی کامیابی حاصل کرلی۔ ادھر بشار کی افواج کی گولہ باری سے تنگ آکر شام کے سنی مسلمانوں نے سرحد عبور کرکے ترکی میں پناہ لینی شروع کردی، ۱۲ جون تک پناہ گزینوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ بشار رجیم نے مظالم کی انتہا کردی، اس کی افواج نے تمام شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں ٹینک کو داخل کرکے اندھادھند فائرنگ کرنا، گھروں کو مسمار کرنا، اور فصلوں کی تباہ کرنا شروع کردیا۔ ۸/ اگست کو خلیج تعاون کونسل نے شامی حکومت کو شہریوں پر مظالم ڈھانے اور انہیں اندھادھند فائرنگ کے ذریعہ ہلاک کرنے پر سخت وارننگ دی، تمام خلیجی ممالک نے اپنے سفیروں کو شام سے واپس بلالیا۔ ۲۰ ستمبر تک گزشتہ چھ ماہ کے دوران شامی افواج کی گولہ باری سے مرنے والوں کی تعداد ۲۷۰۰ تک پہنچ گئی۔

۱۶ نومبر شام کے بہت سے فوجی بشار سے بغاوت کرکے انقلابیوں کے ساتھ مل گئے۔ شام کے نائب صدر بشار کے چچازاد بھائی نے بھی حکومت سے علیحدگی اختیار کرکے انقلابیوں کے ساتھ شمولیت اختیار کرلی۔ ۱۷ نومبر کو اسرائیل کے وزیر دفاع نے شام کے بشار الاسد کی حکومت کے ممکنہ خاتمہ کو اسرائیل کے لئے سنگین قرار دیا۔ ۲۰ نومبر تک ۹

مہینے کے دوران بشار کی افواج کی گولہ باری سے مرنے والوں کی تعداد ساڑھے تین ہزار تک پہنچ گئی۔ ۲۳/نومبر کو اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی نے شام میں جمہوریت کا مطالبہ کرنے والے عوام کو ریاستی تشدد کا نشانہ بنانے پر ڈکٹیٹر بشار اور اس کی حکومت کے خلاف مذمتی قرارداد منظور کی۔ ۲۶/نومبر کو شام کے فوجی اہلکاروں کی بڑی تعداد منحرف ہوکر انقلابیوں کے ساتھ شامل ہوگئی' ۲/دسمبر کی رپورٹ کے مطابق روس نے شام کو ۷۰ بحری جہاز شکن میزائل فراہم کیے۔ ۸/جنوری ۲۰۱۲ء کو ایک کرنل سمیت ۵۰/فوجی انقلابیوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔ ۱۵/جنوری کو شام کے منحرف فوجیوں نے ترکی میں بریگیڈیئر مصطفیٰ احمد شیخ کی سربراہی میں سپریم فوجی کونسل کے قیام کا اعلان کیا۔ ۲۴/جنوری کو عرب لیگ نے شام کی رکنیت ختم کردی۔ ۲۵ جنوری ۲۰۱۲ء تک دس ماہ کے دوران بشار کی افواج کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۱۵ ہزار سے تجاوز کرگئی۔ ۴/فروری کو ایک ہی دن میں شامی افواج نے توپ خانہ اور بھاری ہتھیاروں سے مارٹر حملوں کے ذریعہ ۳۴۴/شہریوں کو شہید کردیا۔ ۵/فروری کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں شام کی بشار حکومت کے خلاف قرارداد روس اور چین کی مخالفت کی وجہ سے پاس نہیں ہوسکی' اس کے بعد سے بشار نے شہریوں کو انتہائی بے رحمی سے ہلاک کرنا شروع کردیا۔ اس لئے کہ روس اور چین نے گویا اس کو شاباشی دے دی کہ تو بہت اچھا کام کررہا ہے: مزید اس کام کو بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھاتا کہ پورے شام کی آبادی ختم ہوجائے سوائے نصیری' دروزی اور عیسائی فرقوں کے جو تیرے حامی ہیں جو پورے شام میں بیس فیصدی سے بھی کم ہیں۔ اس طرح بشار کا حوصلہ خوب بڑھ گیا اور ایک مہینے کے دوران توپ خانوں' ٹینکوں اور طیاروں کے ذریعہ اس کی افواج نے شہریوں پر اندھا دھند گولہ باری کرکے ۱۵۰۰/افراد کو شہید کردیا۔ ۲۶ فروری تک حکومتی افواج کی گولہ باریوں سے شہید ہونے والوں کی تعداد ساڑھے سات ہزار سے تجاوز کرگئی۔

یکم اپریل کو ترکی کے شہر استنبول میں بشار الاسد حکومت پر دباؤ بڑھانے کے لئے عرب لیگ اور یورپ کے ۷۰/ممالک کے سربراہان جمع ہوئے ۱۱/جون کو شام کی سرکاری افواج کا میزائل یونٹ بغاوت کرکے انقلابیوں کیساتھ شامل ہوگیا۔ ۲۳/جون کو شام نے ترکی کا ایک فوجی طیارہ بحیرۂ ابیض متوسط میں دوران پرواز مارگرایا۔ ۱۳/جولائی کو بشار کی افواج نے ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں کے ذریعہ حملہ کرکے ایک گاؤں کو تہس نہس کرکے ایک ہی دن میں ۲۵۰/سے زائد شہریوں کو شہید کردیا۔ پھر ۱۹/جولائی کو راجدھانی دمشق میں جنازے کے ایک جلوس پر فوج کی فائرنگ سے ایک ہی دن میں ۱۰۰ لوگ شہید ہوگئے۔ ۲۹/جولائی کو حلب شہر کے نصف حصہ پر انقلابیوں کا قبضہ ہوگیا۔ ۳۰/جولائی کو بشار کی افواج نے ٹینکوں اور ہیلی کاپٹروں سے گولہ باری کرکے ایک ہی دن میں ۱۵۰/شہری ظالم بشار کی افواج کی گولیوں سے شہید ہوگئے۔ ۵/اگست کو انقلابیوں نے ایران سے بشار کی مدد کو آرہے' ۴۸/ پاسداران انقلاب کو پکڑلیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایران جو اپنے کو اسلامی جمہوریہ کہتا ہے اس کا دعویٰ کس قدر جھوٹا ہے کہ ایک انتہائی ظالم خونخوار کیمونسٹ حکمراں کی مدد کرنے کے لئے ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ افراد کو بھیج رہا ہے۔ ۱۴/اگست کو شام کے سابق وزیر اعظم ریاض حجاب نے انقلابیوں کے ساتھ شمولیت اختیار کرلی' ان کے

بیان کے مطابق مارچ ۲۰۱۱ء سے اگست ۲۰۱۲ء تک شام میں ۲۰؍ہزار سے زیادہ لوگ ہلاک ہوچکے۔ ۱۵؍اگست کو او آئی سی کے ممبر ملکوں نے بھاری اکثریت کے ساتھ شام کو تنظیم سے خارج کردیا۔ ۲۱؍اگست کو بشار کی افواج نے جنگی جہازوں سے بمباری کرکے شام کے مختلف علاقوں میں ایک ہی دن میں ۱۲۲؍لوگوں کو ہلاک کردیا۔ ۲۲؍اگست کو انقلابیوں نے ایک اہم پیش قدمی کرتے ہوئے عراقی سرحدی علاقہ کے اہم سیکورٹی کمپلیکس پر کنٹرول حاصل کرلیا۔ ادھر بشار سے منحرف ہوکر ۲؍بریگیڈیر ۴۰ کرنل اور کئی دیگر فوجی افسران انقلابیوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔ ۲۵؍اگست کو شامی فوج کے ڈویژن کمانڈر جنرل موسیٰ الخیرات بشار سے منحرف ہوکر اردن پہنچ گئے۔ ۲۶؍اگست کو دمشق کے قریبی شہر دراہا میں بشار کی افواج نے قتل عام کرتے ہوئے صرف ایک دن میں ۳۲۰ لوگوں کو شہید کردیا' پھر ۳۰ اگست کو فوج کی گولہ باری سے ۲۴۲؍شہری شہید ہوگئے۔ ۳۱؍اگست کو انقلابیوں نے ایک اہم کامیابی حاصل کرتے ہوئے بشار کی افواج کے پانچ ہیلی کاپٹر اور ۶؍جنگی طیارے تباہ کردیئے۔ ۳؍ستمبر کو شام کے طول وعرض میں بشار کی افواج کی گولہ باری اور فضائی بمباری سے ۱۴۴؍افراد شہید ہوگئے۔ ۲۵؍ستمبر کو دمشق میں واقع شامی انٹیلی جنس کے دفتر میں دھماکے ہوئے جس میں ایک میجر جنرل اور دو کرنل سمیت متعدد سرکاری فوجی ارکان ہلاک ہوگئے۔ اسی طرح ایک اسکول کو بھی دو بموں سے نشانہ بنایا گیا جہاں فوجیوں کا ایک اجلاس چل رہا تھا جس سے درجنوں فوجی ہلاک ہوگئے۔ ۴؍اکتوبر کو ترکی اور شام کے درمیان حالات کشیدہ ہوگئے' شامی فوج نے ترکی کے علاقہ آقا قلعے پر چار مارٹر گولے داغے جس سے پانچ ترکی شہری ہلاک ہوگئے۔ اس کے جواب میں ترکی کی فوج نے انہی اہداف پر فضائی بمباری کی جہاں سے گولے داغے گئے تھے اس سے ۷؍شامی فوجی ہلاک ہوگئے۔ ۶؍اکتوبر کو لبنانی حزب اللہ گروپ کے ۷۵؍جنگجو بشار کی حمایت میں انقلابیوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔

۳؍اکتوبر کو انقلابیوں نے ایک اہم پیش رفت کرتے ہوئے حلب شہر کے قریب ایک ہوائی اڈے پر قبضہ کرلیا۔ ۱۴؍اکتوبر تک اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق شام کے بحران میں مرنے والوں کی تعداد ۳۳؍ہزار تک پہنچ گئی۔ ۱۲؍نومبر کو امام احمد معاذ شامی حزب اختلاف وانقلاب کے سربراہ منتخب ہوگئے۔ ۱۸؍نومبر کو انقلابیوں نے حمدان ہوائی اڈہ پر قبضہ ہوگیا۔ ۱۲؍دسمبر کو ایک ہی دن میں بم دھماکوں اور جھڑپوں میں ۲۰۰؍افراد کی موت ہوگئی۔ ۱۳؍دسمبر کو سعودی عرب نے شامی انقلابیوں کے لئے دس کروڑ ڈالرز کی امداد کا اعلان کی۔ ۲۲؍دسمبر کو انقلابیوں نے بشار کی فوج کے سیون بریگیڈ کو دھماکہ سے اڑادیا۔ جس سے بہت سارے فوجی ہلاک ہوگئے۔ پھر اسی دن ۲۰۰؍فوجیوں نے انقلابیوں کے ساتھ شمولیت اختیار کرلی۔ ۲۴؍دسمبر کو بشار کی فوج کے فضائی حملے میں ۳۰۰؍سے زائد شہری شہید ہوگئے۔ ۲۶؍دسمبر تک انقلابیوں کا حلب سمیت کئی شہروں پر قبضہ مستحکم ہوگیا' اسی دن شام کی ملٹری پولیس کے سربراہ عبدالعزیز السلال ملک سے فرار ہوکر ترکی پہنچ گئے اور اپنی بغاوت کا اعلان کردیا۔

۳؍جنوری ۲۰۱۳ء تک اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق شام میں مرنے والوں کی تعداد ۶۰ ہزار تک پہنچ گئی اور بشار کی افواج کے مظالم سے تنگ آکر خیموں میں رہنے والوں کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ گئی۔ ۱۲؍جنوری

کو انقلابیوں نے اہم پیش قدمی کرتے ہوئے شمالی فوجی اڈے تفتاناز پر قبضہ کرلیا۔ ۳۰ رکروڑ ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔ ۱۷ رفروری کو اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی ہائی کمیشن نوی پلئی نے شام کے خونخوار بھیڑیئے بشار کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ چلانے کی سفارش کی۔ ۱۸ رفروری کو انقلابیوں نے بشار کا ایک فوجی طیارہ مار گرایا' ۲۵ رفروری کو انقلابیوں کا الکبر جوہری تنصیب کی جگہ پر قبضہ ہو گیا جہاں سے بشار کی افواج انقلابیوں پر میزائل داغتی تھی۔ ۵/ مارچ کا الرقہ شہر پر انقلابیوں نے قبضہ کرلیا۔ ۱۷/ مارچ کو شامی فوج کی لاجسٹک سیل کے سربراہ میجر جنرل نور عزالدین خلوف اور ان کے بیٹے فضائیہ کے خفیہ سیل کے کیپٹن عزالدین خلوف نے انقلابیوں کی صفوں میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۹/ مارچ کو انقلابیوں نے محمد غسان کو شام کو عبوری وزیر اعظم منتخب کرلیا۔ ۲۲/ مارچ کو ایک مسجد کے اندر ہوئے خودکش بم دھماکوں میں شام کے ایک مشہور عالم دین شیخ سعید رمضان البوطی سمیت ۴۲/ افراد شہید ہو گئے ، اس اندوہناک واقعہ کی انقلابیوں نے سخت الفاظ میں مذمت کی اور اس سے اپنی مکمل برأت و بے تعلقی کا اظہار کیا، اگر چہ کہ شیخ البوطی وہ تنہا شامی عالم تھے جو موجودہ حالات میں بھی بشار حکومت کی تائید کرتے تھے۔ اب ان کے قتل کے پیچھے کونسے عناصر کارفرما ہیں یہ ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ ۲۴/ مارچ کو انقلابیوں نے ایک اہم پیش رفت کرتے ہوئے جنوبی فضائی اڈے پر قبضہ کرلیا، جس سے دمشق تک رسائی حاصل کرنے میں سہولت ہو گی۔ ۲۵/ مارچ کو قومی اتحاد و انقلاب کے سربراہ امام معاذ الخطیب نے استعفیٰ دے دیا، لیکن انقلابیوں نے ان کا استعفیٰ دے دیا، انہوں نے استعفیٰ کیوں دیا اس کی وجہ بھی معلوم نہیں ہو سکی۔

حکومت کے خلاف مظاہروں کی شروعات کو دو سال مکمل ہو چکے، اس دوران اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق مرنے والوں کی تعداد ۹۰/ ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ۸۰/ ہزار افراد جنہیں بشار کی افواج نے گرفتار کرلیا تھا ان کا کیا حال ہوا کچھ پتہ نہیں؟ غالب گمان یہی ہے کہ انہیں بھی اذیت دے کر قتل کر دیا گیا ہوگا، اس طرح دو لاکھ کے قریب افراد دو سال کے دوران اپنی جانیں کھو چکے ہیں۔ ۱۰/ لاکھ سے زیادہ افراد اپنے گھروں کو چھوڑ کر خیموں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ ان میں سے بہت بڑی تعداد وطن چھوڑ کر ترکی، اردن اور لبنان کے مہاجر کیمپوں میں رہ رہی ہے۔ اتنی زبردست ہلاکتوں، تباہیوں اور بربادیوں کے باوجود اب تک نہ بشار گدی چھوڑ رہا ہے اور نہ اس کی حکومت کا خاتمہ ہوا، البتہ اتنی بات ہے کہ اسکی طاقت ٹوٹتی جارہی ہے، اسکے ساتھی مسلسل اس سے الگ ہوتے جار ہے ہیں، انقلابی آہستہ آہستہ اپنے قدم آگے بڑھاتے جارہے ہیں، اب ان شاء اللہ وہ دن قریب ہے کہ اسکا بھی وہی حشر ہوگا جو کچھ دنوں قبل معمر قذافی کا ہو چکا ہے، اللہ کی پکڑ اس پر آنی ہے وہ آکر رہے گی، ظلم کی ٹہنی سدا پھلتی نہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں ہے، دیر سویر اس ظالم آمر کمیونسٹ حکمراں کا خاتمہ ہونا ہی ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا بات ہے کہ تیونس، مصر، لیبیا اور یمن میں تو وہاں کے آمروں کی رخصتی میں اتنی تاخیر نہیں ہوئی جتنی تاخیر شام میں ہو رہی ہے اور ہلاکتیں بھی کہیں اتنی زیادہ نہیں ہوئیں جتنی وہاں ہو رہی

ہیں؟ اس کے کیا اسباب ہیں؟ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اس وقت سے پہلے نہ تو وہ کام انجام پا سکتا ہے اور نہ وقت کے آنے پر وہ کام ٹل سکتا ہے، اسی طرح بشار کی حکومت کے خاتمہ کا بھی ایک وقت ہے جو اللہ کو معلوم ہے، اس وقت کے آنے کے بعد پھر کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے ظاہری اسباب بھی ہیں جن کی وجہ سے بشار کی حکومت اب تک ٹکی ہوئی ہے۔

ان میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ ان دیگر حکمرانوں کے اقتدار کو بچانے کے لئے بیرونی دنیا کے ممالک میں سے کوئی ملک آگے نہیں آیا جب کہ بشار کی حکومت کو بچانے کے لئے دنیا کے پانچ چھ ممالک سینہ ٹھونک کر میدان میں آگئے اور مظاہروں کے شروع ہونے کے دن سے لگا تار ہر محاذ پر بشار حکومت کی تائید وحمایت اور ہر طرح سے اس کا تعاون کرتے آرہے ہیں تاکہ انقلابیوں کے مقابلہ میں اس کا حوصلہ بلند رہے اور انہیں انتہائی بے رحمی سے کچل ڈالنے میں ذرہ بھی پیچھے نہ ہٹے، ان ممالک میں سرفہرست اسرائیل ہے، کیونکہ اسرائیل کے حکمراں اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ شام میں بشار الاسد کی موجودگی ان کی ایک بہت بڑی ضرورت ہے، اس لیے کہ بشار سے انہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے، بلکہ بشار کے باپ حافظ الاسد نے گولانا کی پہاڑی کو بطور ہدیہ کے اسرائیل کو دے کر اسرائیلی حکمرانوں سے ایسی خفیہ ساز باز کر لی ہے اور یہ باور کرا دیا ہے کہ ہماری طرف سے اسرائیل کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا، اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ شام کے سنی عوام سے یا اخوانی تائدین سے ہے جو اسرائیل کے وجود کو کبھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اگر بشار کی حکومت ختم ہوئی تو لامحالہ قیادت سنیوں کے ہاتھ میں آئے گی، اور ان میں پیش پیش اخوانی ہی ہیں جو برسر اقتدار آجائیں گے، اس لئے اسرائیل اس کی پرزور کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح یہ انقلاب ناکامی کا شکار ہو جائے اور بشار حکومت کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی وزیر خارجہ اور وزیر دفاع کا باقاعدہ بیان ۱۷/نومبر ۲۰۱۱ء کو ساری دنیا کے سامنے اخباروں میں آیا جس میں بشار حکومت کے ممکنہ خاتمہ کو اسرائیل کے لئے سنگین خطرہ قرار دیا گیا، پھر اس کے بعد اس کی سرگرمیاں بین الاقوامی پیمانہ پر بشار کی حمایت اور انقلابیوں کی مخالفت میں جاری ہوگئیں۔ امریکہ اور یورپ کے وہ ممالک جو شام میں لیبیا جیسی فوجی کاروائی کے حق میں تھے۔ انہیں اس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے اس نے ایک مہم چھیڑ دی۔ یہودی میڈیا کے ذریعہ بار بار یہ تشہیر کی گئی کہ انقلابیوں کے ساتھ القاعدہ کے جنگجو بڑی تعداد میں شامل ہو گئے ہیں۔ انقلابیوں کو جب بھی کوئی کامیابی ملتی یہودی میڈیا سے دنیا کو یہ پیغام ملتا کہ القاعدہ کے لوگ جو انقلابیوں کی صفوں میں داخل ہو گئے ہیں، انہوں نے ہی یہ کامیابی حاصل کی ہے۔

اس طرح بار بار یہودی میڈیا سے یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ اگر انقلابیوں کو بھاری اور مہلک ہتھیار مہیا کرائے گئے تو یہ القاعدہ کے ہاتھ لگ جائیں گے اور القاعدہ پوری دنیا کے لئے خطرہ بن جائے گی، اسی لئے انقلابیوں تک ایسے بھاری، جدید اور مہلک اسلحے بالکل نہیں پہنچ پا رہے ہیں جن سے وہ بشار کی افواج کا مقابلہ کر سکیں

جو انتہائی جدید بھاری اور مہلک ترین اسلحوں سے لیس ہیں۔انقلابی قائدین دنیا کے ملکوں سے اور خاص کر کے اپنے ان پڑوسی عرب ممالک سے بھی بار بار یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ انہیں ایسے اسلحے دیئے جائیں جن سے وہ بشار کی افواج کا مقابلہ کر سکیں، کوئی ملک انہیں ایسے اسلحے مہیا نہیں کرتا، اور مہیا نہ کرنے میں یہودی میڈیا کی کارستانی صاف طور پر دکھائی دیتی ہے، انقلابی مجاہدین ہلکے ہتھیاروں سے اور فوجیوں نے چھینے گئے اسلحوں سے جو کچھ بھی کامیابی حاصل کر رہے ہیں وہ بہت زیادہ ہے، اب ۲۷/ مارچ کو منعقد ہونے والے عرب لیگ کے سربراہی اجلاس میں یہ فیصلہ لیا گیا ہے کہ اردن، سعودی عرب، قطر اور ترکی کی طرف سے جدید قسم کے بھاری اور مہلک اسلحے انقلابیوں کو مہیا کروائے جائیں گے، اگر اس پر عملدرآمد ہو گیا تو بہت تیزی کیساتھ بشار کی فوجی طاقت کو پسپا کیا جاسکے گا۔دوسرا ملک جو بشار کی زبردست پشت پناہی کر رہا ہے وہ ہے ایران، ایران کی سرحد شام سے اگر چہ ملی ہوئی نہیں ہے پھر بھی فضائی راستہ سے اور عراق کے زمینی راستہ سے فوجیوں اور اسلحوں کے ذریعہ وہ بشار کی بھر پور مدد کر رہا ہے، ابھی کچھ دن قبل ۴۸/ پاسدران انقلاب کو جو دراصل ایران کے فوجی ہیں شام کے انقلابیوں نے پکڑا تھا جو بشار کی افواج کیساتھ مل کر لڑنے کیلئے شام آئے تھے۔ایران کی شیعی مذہبی حکومت ایک ظالم کیمونسٹ حکومت کی پشت پناہی محض اس لیے کر رہی ہے کہ اس حکومت کے ختم ہونے کے بعد سنیوں کی حکومت کا قائم ہونا یقینی ہے جو انہیں قطعاً ناگوار ہے۔جب کہ موجودہ حکمراں طبقہ نصیری فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو شیعوں کی ایک شاخ ہے اسی وجہ سے عراق کی موجودہ شیعی حکومت اور لبنان کی شیعی جماعت حزب اللہ کھل کر بشار کی حکومت کی تائید اور حمایت کرتی ہے۔۱۰/ اکتوبر کی رپورٹ ہے کہ ۷۵/ جنگجو جن کا تعلق مبینہ طور پر حزب اللہ سے تھا بشار کی حمایت میں انقلابیوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے اس سے حزب اللہ کے جنگ میں ملوث ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

ان پڑوسی ملکوں کے علاوہ دنیا کی دو سپر پاور روس اور چین بشار کی پشت پناہی میں پیش پیش ہیں، ان دونوں کی پشت پناہی کی وجہ سے ہی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں بشار حکومت کے خلاف ایک معمولی سی مذمتی قرارداد بھی منظور نہیں ہو سکی کیونکہ ان دونوں ملکوں نے جنہیں ویٹو کا حق حاصل ہے قرارداد کے خلاف اپنے ویٹو کا استعمال کر دیا۔ہر بین الاقوامی فورم میں یہ دونوں کھل کر بشار کی حمایت کرتے ہیں، روس کے فوجی ماہرین تک وہاں موجود ہیں اور روسی اسلحے مسلسل اب تک بھی سمندری اور فضائی راستوں سے وہاں پہنچ رہے ہیں، یہ دونوں ممالک کسی قیمت پر وہاں انقلاب کی کامیابی اور بشار حکومت کا خاتمہ کو دیکھنا پسند نہیں کرتے، روس سے تو سوویت یونین کے دور سے جب کہ وہاں کیمونزم قائم تھا بشار کے باپ حافظ الاسد کے انتہائی گہرے تعلقات قائم ہو گئے تھے، کیونکہ حافظ الاسد عرب دنیا کیمونزم کا زبردست علمبردار بن کر ابھرا تھا، اسی وقت سے ہی حافظ الاسد نے اپنا قبلہ ماسکو کو بنا لیا تھا اور اپنی ساری دفاعی ضروریات وہیں سے پوری کرتا تھا، سوویت یونین کے کیمونسٹ حکمراں بھی عالم عرب میں کیمونزم کی نشر واشاعت کیلئے حافظ الاسد کو اپنا نمائندہ سمجھتے تھے، سوویت یونین نے مشرق وسطیٰ اور عالم عرب پر اپنا کنٹرول قائم

کرنے کیلئے شام کی سمندری ساحل پر بحری اڈا بھی قائم کر رکھا تھا جو آج تک برقرار ہے، سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد روس نے تو کیمونزم سے توبہ کر لی لیکن حافظ الاسد اینڈ کمپنی نے کیمونزم کو بھی گلے سے لگائے رکھا اور روس سے دوستی بھی برقرار رکھی، اسی قدیم دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے روس آنکھ بند کر کے بشار الاسد کی حمایت اور پشت پناہی جاری رکھے ہوئے ہے۔ چین تو بہر حال بشار کو کیمونسٹ بھائی ہے، اور " انصرا خاک ظالماً او مظلوماً"
(اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم) اس عربی محاورہ کے جاہلی مفہوم پر سو فیصد عامل ہے۔

یہ تو بیرونی اور بین الاقوامی اسباب ہیں جن کی وجہ سے بظاہر بشار کی حکومت ٹکی ہوئی ہے۔ اور اندرونی اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ شام میں اتنے مختلف قسم کے فرقے اور طبقے پائے جاتے ہیں جو ان ملکوں میں نہیں ہیں جہاں انقلابات کامیاب ہو گئے، سب سے بڑا طبقہ سنی عربوں کا ہے جن کی آبادی ۷۰ فیصد ہے، سنی کردوں کی آبادی ۱۰/ فیصد ہے، عیسائیوں کی آبادی بھی ۱۰/ فیصد، نصیری شیعہ ۵/ فیصد، دروزی شیعہ ۵/ فیصد۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر جب خلافت عثمانیہ شکست سے دوچار ہوئی تو شام پر فرانس نے قبضہ کر لیا، فرانس کا قبضہ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۴ء تک ۲۴/ سال رہا، اس دوران فرانس کے حکمرانوں نے نصیری، دروزی اور عیسائی فرقوں کو تعلیم، سیاست اور حکومت کے تمام شعبوں میں ترقی دے کر کافی آگے بڑھایا اور اس قابل کر دیا کہ وہی شعبوں میں حاوی ہو جائیں، پھر ملک سے جاتے وقت سارا کنٹرول انہیں کے ہاتھ میں دے کر وہ رخصت ہو گئے۔ بشار اور اس کا پورا خاندان نصیری شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اور شام کی پوری سیاست، فوج اور انتظامیہ میں انہی تینوں فرقوں کا دبدبہ ہے، سنی جن کی آبادی ملک میں ۸۰ فیصد سے زائد ہے انہیں فرانس والوں نے پوری طرح کچل کر حاشیہ پر لگا دیا تھا، پھر ۵۰/ سال سے جب سے حافظ الاسد کا اقتدار قائم ہوا، سنیوں پر ایسے بے پناہ مظالم کئے گئے کہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے، ادھر نصیری، دروزی اور عیسائی ان تینوں فرقوں نے اپنے درمیان اتحاد اتنا مضبوط کر لیا اور حکومت پر اپنی گرفت اتنی مضبوط کر لی کہ آسانی سے اسے ہلایا نہیں جا سکتا۔ ابھی صورت حال وہی ہے کہ شام کے سارے فوجی انہیں تینوں فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں، سیاست اور انتظامیہ کے تمام شعبوں میں وہی لوگ پوری طرح سے حاوی ہیں، ان کے دلوں میں سنیوں کیلئے ہم دیکھتے ہیں کہ فوجی نہتے مظاہرین پر بے دریغ گولیاں چلانے اور گولہ باری کرنے سے ذرا بھی نہیں ہچکچاتے، فوجیوں میں حکومت کے خلاف ویسی عمومی بغاوت کا رجحان دکھائی نہیں دیتا جس طرح دیگر ملکوں میں سامنے آیا تھا جہاں فوجیوں نے عوام پر گولیاں برسانے سے صاف انکار کر دیا تھا، اس سے یہ بات صاف سمجھ میں آ رہی ہے کہ فوجی الگ طبقہ اور فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور عوام کا تعلق الگ طبقہ اور فرقہ سے ہے۔

بہرحال یہ وہ بظاہر خارجی و داخلی اسباب ہیں جن کی بناء پر بشار کی حکومت ٹکی ہوئی ہے ورنہ شام کے طول و عرض میں اٹھنے والے عوامی انقلابی ریلے میں بشار کی حکومت کب کی بہہ چکی ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سخت جان بشار کو کب تک اس ریلے کا مقابلہ کر کے کتنے انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنے کا موقع ملے گا، یہ تو آنے والا وقت

ہی بتائے گا، البتہ ان خونریزیوں اور سفاکیوں سے بشار نے بھی قذافی کی ڈگر پر چلتے ہوئے اپنا نام تاریخ کے ان ظالم حکمرانوں میں درج کروالیا جو انسانوں کی لاشوں پر اپنی حکومت وسلطنت کی بساط بچھائے رکھنا چاہتے ہیں۔

شام جسے دنیا کے نقشہ میں سیریا کے نام سے جاتا ہے، ۱/لاکھ ۸۵/ ہزار مربع کلومیٹر کے رقبہ والا چھوٹا سا ملک ہے جس کی آبادی ۲/ کروڑ، ۳۲/ لاکھ کے قریب ہے، دراصل شام کے نام سے اب دنیا کے نقشہ میں کوئی ملک نہیں ہے، قدیم زمانہ میں جسے ملک شام کہا جاتا تھا اب وہ پانچ ملکوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔(۱) سیریا، (۲) اردن، (۳) لبنان، (۴) اسرائیل، (۵) فلسطین۔ لیکن ہماری اردو زبان میں سیریا ہی کو شام کہا جاتا ہے، کیوں کہ شام کی قدیم راجدھانی دمشق سیریا میں ہے، بہرحال ہم بھی اسے شام ہی کہیں گے، شام ایک زرخیز سرسبز وشاداب زراعتی ملک ہے، معدنیات میں سے صرف تیل یہاں سے نکلتا ہے۔ اقتصادی اعتبار سے یہ اوسط درجہ کا ملک ہے، البتہ تاریخی اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت ہے ۶۳۷ء میں حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پورے ملک شام کو فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کردیا۔ پھر اس کے تمام علاقوں میں تیزی سے اسلام پھیل گیا ۶۶۲ء میں جب خلافت بنی امیہ نے شام کے شہر دمشق کو اپنا دارالخلافہ بنالیا۔ اس طرح شام کو عالم اسلام کی مرکزیت کا مقام حاصل ہوگیا۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں جب کہ اسلامی مملکت کے حدود فرانس سے لے کر چین تک اور یوکرین سے لے کر ہندوستان تک پھیل گئے تو دمشق کو دنیا کی واحد سپر پاور اور مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت کی راجدھانی بننے کا شرف حاصل ہوگیا۔

۱۹۱۸ء تک مسلمانوں کے مختلف خاندانوں اور افراد کی شام پر حکومت قائم رہی۔ ۱۹۱۹ء میں سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد برطانیہ اور فرانس کی فوجیں شام میں داخل ہوگئیں۔ پھر ۱۹۲۰ء سے وہاں فرنسیسی اقتدار کا دور شروع ہوا جو ۱۹۴۳ء تک برقرار رہا۔ ۱۹۴۴ء کو فرانس سے آزادی کے بعد شکری القوتلی وہاں کے پہلے صدر بنے، لیکن ۱۹۴۹ء میں کرنل حسنی زعیم نے ان کا تختہ پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ پھر ۱۹۵۴ء تک چار بار تختہ پلٹ کی کاروائیاں ہوتی رہیں، گویا بالکل طوائف الملوکی کا دور دور رہا، ۱۹۵۴ء میں ہوئے انتخابات میں شکری القوتلی پھر سے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں وہ شام کا مصر سے الحاق کروا کے خود عہدہ صدارت سے مستعفی ہوگئے۔ ۱۹۶۱ء کو جنرل امین الحافظ نے شام پر اپنا کنٹرول قائم کر کے مصر وشام کے اتحاد کو توڑ دیا اور شام میں بعث پارٹی کی حکومت کی شروعات کردی۔ ۱۹۶۶ء کو نورالدین الاتاشی نے امین الحافظ کا تختہ پلٹ کر اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر ۱۹۷۰ء کو جنرل حافظ الاسد نے نورالدین کو کنارے لگا کر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ۳۰/ سال تک اقتدار پر قابض رہنے کے بعد ۲۰۰۰ء میں ان کی موت ہوگئی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے بشار نے باپ کی وراثت حاصل کر کے حکومت کی گدی سنبھالی، اب تک اپنی پوری فوجی طاقت وقوت کو استعمال کر کے عرب بہاریہ کا مقابلہ کرتے ہوئے تخت سلطنت پر براجمان ہیں۔ (بشکریہ "تعمیر حیات" ۱۰ مئی ۲۰۱۳)